© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

خبر ہے علی گڈھ مسلم یونیورسٹی ایکٹ میں چند تبدیلیاں پارلیمنٹ کے زیر غور ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یونیورسٹی میں داخلہ ہر فرقہ کے طلبار کا ہوگا دوسرے یہ کہ یونیورسٹی کورٹ کی ممبرشپ صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص نہ رہے گی تیسرے یہ کہ دینیات کا مضمون جبری نہیں ہوگا اور اگر ان سب تبدیلیوں کو مان لیا جائے تو پھر یہ ظاہر ہے کہ یونیورسٹی کو "مسلم یونیورسٹی" کہنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے، اخبارات میں ایکٹ کی ان مجوزہ تبدیلیوں کے متعلق موافق اور مخالف دونوں قسم کی رائیں ظاہر کی جارہی ہیں اور اس طرح گویا ایک اچھا خاصہ معرکۂ بحث و تحیص قایم ہوگیا ہے حالانکہ صورت معاملہ اس قدر صاف، واضح اور غیر مبہم ہے کہ اس کے متعلق دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں۔

سب سے پہلے غور اس پر کرنا چاہئے کہ یونیورسٹی کے بانیوں نے یونیورسٹی کا نام جو "مسلم یونیورسٹی" رکھا تھا تو کیا اس کا مقصد فرقہ پرستی تھا؟ کیا یہ اس لئے تھا کہ اس میں صرف مسلمان طلبا تعلیم پاسکیں گے اور غیر مسلم طلبار کا اس میں داخلہ نہ ہوسکے گا؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی اثبات میں نہیں ہوسکتا کون نہیں جانتا کہ یونیورسٹی کا دروازہ ہر فرقہ اور ہر مذہب کے طلبار پر کھلا رہا ہے اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ جیسا کہ نواب محسن الملک مرحوم نے اپنے خط میں جو اب تک متعدد اخبارات میں نقل ہوچکا ہے لکھا ہے غیر مسلم طلبا، کو ان کے اپنے کلچر اور تہذیب قومی کے مطابق قیام و طعام کی سہولتیں اور عبادت کی آسانیاں بھی مہیا کی جاتی رہی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جب صورت حال یہ ہے تو یونیورسٹی کو مسلم کہنے کی وجہ کیا تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی دو وجہیں تھیں (۱) ایک یہ کہ مسلمان تعلیم میں اور اقتصادی خوشحالی میں اپنے برادران وطن سے بہت پیچھے تھے اس بناء پر ضرورت تھی کہ ایسی درسگاہ قائم کی جائے جس میں غریب سے غریب گھر کے مسلمان بچے بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں تعلیم پاسکیں اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ مقصد ان مشترک تعلیم گاہوں سے حاصل نہیں ہوسکتا تھا جو سب کچھ یا بہت بڑی حد تک برادران وطن کے روپیہ سے چل رہی تھیں اور یا جو گورنمنٹ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی اپنی درسگاہیں تھیں کیونکہ ان دونوں قسم کی درسگاہوں میں مسلمان طلبہ کا داخلہ زیادہ سے زیادہ تناسب آبادی کے مطابق مل سکتا تھا اور اس بنا پر مسلمانوں میں تعلیم عام نہیں ہو سکتی تھی۔

(۲) اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کو کم از کم ایک ایسی درس گاہ کی ضرورت تھی جس میں علوم جدیدہ کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب و کلچر کی بنیاد پر طلبا کی اخلاقی اور ذہنی تربیت کی جائے اس مقصد کے لئے ضروری تھا کہ دینیات کو جبری مضمون کی حیثیت دی جائے اور ساتھ ہی عربی، فارسی اردو اور اسلامی تاریخ کی تعلیم کا اہتمام و انتظام نسبتہً وسیع اور بلند پیمانہ پر کیا جائے علاوہ بریں طلبا کی خاص خاص انجمنیں اور سوسائٹیاں ہوں جن کے ذریعہ طلبا میں ایک مخصوص کردار اور ایک خاص طرز زندگی پیدا کیا جائے۔

مذکورہ بالا دو وجہوں میں سے جہاں تک پہلی وجہ کا تعلق ہے اس کی واقعیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اور اگر آج ایک سیکولر گورنمنٹ بھی ملک کے بعض پسماندہ طبقوں کے لئے بعض خاص خاص مراعات کر سکتی ہے اور اس سے گورنمنٹ کے سیکولرازم پر کوئی حرف نہیں آتا تو پھر ایک پسماندہ طبقہ کو خود یہ حق کیوں حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے ہی طبقہ کے لڑکوں کو زیادہ سے زیادہ تعلیمی سہولتیں بہم پہنچانے کا ذمہ لے اور اس کے لئے ایک الگ درسگاہ قایم کرے رہی دوسری وجہ! تو اگر اسلامی تہذیب و کلچر دنیا کا کوئی واقعی عظیم الشان کلچر ہے تو جس طرح کیمبرج اور اکسفورڈ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مغربی تہذیب و کلچر کے ساتھ اور ہندو بنارس یونیورسٹی اور شانتی نکیتن وغیرہ ہندو تہذیب و کلچر کے ماحول و فضا کے ساتھ علوم و فنون کی تعلیم کا انتظام و اہتمام کریں تو پھر کم از کم ایک یونیورسٹی کو یہ حق کیوں نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے ہاں اسلامی تہذیب و کلچر کے ماحول و فضا کے ساتھ تعلیم کا بندوبست کرے اس میں کلام نہیں کہ کسی قوم کے کلچر کی تعمیر و تشکیل میں اس کے مذہبی معتقدات و رجحانات کو بھی دخل ہوتا ہے لیکن کلچر کو مذہب کے ہم معنی سمجھنا پرلے درجہ کی ناواقفیت اور بے خبری ہے آج ہمارے ملک میں ہی کتنے ہیں جو مذہباً ہندو ہیں یا مسلمان لیکن مغربی تہذیب و کلچر کے دلدادہ و فریفتہ ہیں اس بنا پر کوئی درسگاہ ایسی جس میں اسلامی تہذیب و کلچر کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہو اس کی نسبت یہ سمجھنا کہ وہ کسی ایک خاص مذہب کے لوگوں کی ہی درسگاہ ہے سخت ترین غلطی ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے بانیوں نے اس درسگاہ کا دروازہ غیر مسلم طلبا

© rasailojaraid.com

پر کبھی بند نہیں کیا البتہ یہ ضرور ہے کہ جو طالب علم بھی یہاں داخل ہوگا وہ اسلامی تہذیب و کلچر کے اثرات سے بالکل الگ نہیں رہ سکے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ وہ وجہیں جن کے باعث علی گڈھ یونیورسٹی کا نام مسلم یونیورسٹی رکھا گیا تھا اور جو جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا نہایت معقول اور صحیح وجہیں تھیں اب بھی موجود ہیں یا نہیں؟ تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ اب موجود نہیں ہیں بلکہ جس وقت یونیورسٹی کی بنا رکھی گئی تھی اس کی بہ نسبت اب کہیں زیادہ شدت کے ساتھ موجود ہیں اس بنا پر کوئی وجہ نہیں کہ یونیورسٹی کے نام سے مسلم کے لفظ کو اڑایا جائے۔

رہی یہ بات کہ حکومت چونکہ سیکولر ہے اس بنا پر یونیورسٹی کے نام کے ساتھ اگر لفظ مسلم لگا رہا تو وہ حکومت کی گرانٹ کی مستحق نہیں ہوگی تو سوال یہ ہے کہ سیکولرزم کے معنی کیا ہیں؟ کیا اس کے معنی اینٹی مذہب اور اینٹی کلچر کے ہیں ظاہر ہے کہ سیکولرازم کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ایسی حکومت جس کا اپنا خود کوئی مذہب نہیں ہے اور اس بنا پر اس کا برتاؤ ہر مذہب اور ہر فرقہ اور ہر کلچر کے لوگوں کے ساتھ یکساں ہوگا اور وہ ہر ایک کی سرپرستی، مساوات و برابری کے جذبہ سے کرے گی اس صورت میں حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کے مختلف کلچروں کی نگہداشت اور حفاظت کرے اور اس میں این و آں کے فرق و امتیاز کو گوارا نہ کرے بہرحال ان وجوہ مذکورہ بالا کی بنا پر ہماری قطعی رائے ہے کہ بنارس یونیورسٹی کے ساتھ لفظ ہندو اور علیگڈھ یونیورسٹی کے ساتھ لفظ مسلم ضرور لگا رہنا چاہئے لیکن ان دونوں یونیورسٹیوں کی حیثیت فرقہ وارانہ ہونے کے بجائے کلچرل یونیورسٹیوں کی ہونی چاہئے یعنی بنارس میں مسلمانوں اور علی گڈھ میں ہندو طلبہ کے داخلہ کی اجازت ہونی چاہئے ایک جگہ ہندو دینیات جبری ہو اور دوسری جگہ اسلامی دینیات جن طلبا کو ہندو تہذیب اور کلچر کے ماحول میں تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہو وہ بنارس جائیں اور جن کو اسلامی تہذیب و کلچر کی نفاستوں سے دلچسپی ہو وہ علی گڈھ آئیں۔

جو لوگ بات بات میں گاندھی جی کا نام لیتے ہیں ان کی عبرت کے لئے ہم ذیل میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں اگرچہ ہم ایک مدت پہلے بھی اس کو برہان میں نقل کر چکے ہیں جناب شفیق الرحمن صاحب قدوائی جو جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ارکان و اعیان میں سے ہیں بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ جامعہ کی مالی حالت حد درجہ سقیم ہوگئی تھی اس پر غور کرنے کے لئے ڈاکٹر انصاری مرحوم کے مکان پر ایک اجتماع ہوا جس میں حکیم اجمل خاں اور گاندھی جی بھی تھے بحث و گفتگو کے دوران میں سیٹھ جمنا لال بجاج جو اس وقت جامعہ کے خزانچی تھے بولے کہ اگر جامعہ کے نام سے "اسلامیہ" کا لفظ اڑا دیا جائے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہندوؤں سے ہی لاکھوں روپیہ چندہ کر کے میں لے سکتا ہوں گاندھی جی جو گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے یہ سنتے ہی سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا! "میں! بجاج یہ تم کیا کہتے ہو میں نے تو یہ جامعہ قائم ہی اس مقصد کے لئے کی تھی کہ یہاں اسلامی تہذیب و کلچر کے ساتھ انگریزی علوم و فنون کی تعلیم دی جائے تاکہ اگر کل میں اپنے لڑکے دیوی داس کو اسلامی تہذیب و کلچر سے

© rasailojaraid.com